اشرف عطار مرحوم

مُفکّرِ احرار چودھری افضل حقؒ

کی زندگی کا ایک مجاہدانہ کارنامہ

مغلپورہ ایجی ٹیشن کا ہنگامہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ تحریک کے نعرے ابھی فضاؤں میں گونج رہے تھے۔ مغل پورہ انجینئرنگ کالج کی چاردیواری کے اردگرد ہزاروں مسلمان پکٹنگ میں مصروف تھے اور مغل پورہ انجینئرنگ کالج کے مسلمان طلبا مولوی عبدالحمید خان (پاکستان کے محکمہ برق و بریہ کے موجودہ ڈائریکٹر جنرل) کی قیادت میں شامل ہونے والے طلبا کو روکنے کے لیے کالج کے صدر دروازہ پر قطار اندر قطار ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایک زنجیر بنائے کھڑے تھے۔ خاکی اور سرخ وردیوں میں ملبوس سینکڑوں سپاہی انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سٹی مجسٹریٹ کی قیادت میں مردار خور گدھوں کی طرح منڈلا رہے تھے۔ اللہ اکبر اور ڈنکر ہائے ہائے کے نعروں کے درمیان خدائی فوجداروں کے یہ دستے رہ رہ کر پکٹنگ کرنے والوں پر پل پڑتے تھے۔ سٹی مجسٹریٹ کے حکم سے کئی بار لاٹھی چارج ہوا کئی نوجوان زخمی ہوئے لیکن پولیس کا یہ ظلم و تشدد نوجوانوں کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ سکا۔ ان کے عزم کو متزلزل نہ کر سکا۔ ان کا جوش بڑھتا ہی گیا۔ پولیس نے اس ایجی ٹیشن کے قائد کی حیثیت سے مولانا سید محمد داؤد غزنوی۔ مولانا احمد علی، مولانا غلام مرشد، کمال دین قیصر مرحوم اور متعدد دیگر لیڈروں اور کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔ اس ایجی ٹیشن کا ہیڈ کوارٹر اس وقت گلابی چوک تھا۔ ہم سب لوگ اس

تاریخی مسجد میں جمع تھے کہ پولیس نے چھاپہ مار کر گرفتار کر لیا۔ مجھے مجلس احرار اسلام کی طرف سے یہ ہدایات تھیں کہ میں اپنی گرفتاری پیش نہ کروں۔ لیکن جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ طبیعت میں بے حد جوش تھا۔ میں ان نوجوانوں میں شامل تھا جو کالج کے صدر دروازہ پر پکٹنگ کر رہے تھے۔ اور کالج کے احاطے میں داخل ہونے والے ہر کارکن کو روک رہے تھے۔ پولیس اس تاک میں لگی ہوئی تھی کہ جونہی مجھے ذرا سی بھنک بھی پڑ جائے تو مجھے گرفتار کر لے۔ میری کوشش یہی تھی کہ میں اس وقت تک گرفتاری سے بچوں جب تک مجھے ہدایات نہ ملیں۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس ایجی ٹیشن سے میری جماعت کا وقار وابستہ ہے۔ اس تحریک کو اس اعتبار سے بھی بہت زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی تھی کہ مجلس احرار اسلام کا وفد مولانا مظہر علی اظہر، خواجہ غلام محمد اور شیخ حسام الدین کی قیادت میں مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت سے بات چیت کرنے کے لیے سری نگر بھیجا گیا تھا اور جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ خانقاہ معلیٰ میں مسلمانوں پر فائرنگ اور کشمیری لیڈروں کی گرفتاری کی تحقیقات کے ساتھ ساتھ ہری سنگھ کی حکومت سے مسلمانانِ کشمیر کے حقوق کے سلسلے میں بات چیت کرے ناکام واپس آ گیا تھا۔ اور مجلس احرار کی مجلس عمل نے ڈوگرہ شاہی کے خلاف سول نافرمانی کا بگل بجا دیا تھا۔ مولانا مظہر علی اظہر پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے تھے۔ اور ان کی قیادت میں مجلس احرار کے جیوش ریاست جموں و کشمیر کی سرحد عبور کر کے کشمیر کی سرحد میں داخل ہونے کے لیے سوچیت گڑھ کی طرف کوچ کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ رضاکار سرحدوں سے کھنچ کھنچ کر لاہور پہنچ رہے تھے۔ مولانا مظہر علی اظہر نے سوچیت گڑھ کی طرف کوچ کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس لیے مجلس احرار کی مجلس عمل یہ چاہتی تھی کہ مغلپورہ ایجی ٹیشن کا جلد سے جلد کوئی تصفیہ ہو جائے۔

مغلپورہ کالج پر پکٹنگ جاری تھی کہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم جو اسی روز مدراس کے دورے سے واپس آئے تھے اسٹیشن سے سیدھے مغلپورہ کالج پہنچے۔ مولانا نے ہجوم کے سامنے ایک مختصر سی تقریر کی۔ اور فرمایا کہ گورنر نے انھیں ملنے کے لیے بلایا ہے تاکہ اس ایجی ٹیشن کے سلسلے میں بات چیت کر سکیں۔ مجھے امید ہے کہ عنقریب کالج کے مسلمان طلباء کے مطالبات منظور کر لیے جائیں گے اور تبدیل

کر دیا جائے گا۔ اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ مولانا ظفر علی خاں سیالکوٹ سے سیدھے گورنمنٹ ہاؤس پہنچے۔ اس جگہ بعض دوسرے رجعت پسند لیڈر بھی موجود تھے۔ اور ڈاکٹر (پرنسپل مغلپورہ انجینئرنگ کالج) بھی موجود تھے۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر نے ان الفاظ کی جو اس بدزبان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بابرکات میں کہے تھے تحریری معافی مانگ لی تھی۔ حکومت نے اس امر کا وعدہ کر لیا کہ تمام قیدی رہا کر دیے جائیں گے اور مسلمان طلبا کے مطالبات مان لیے جائیں گے۔ چنانچہ گورنمنٹ ہاؤس کی اس کانفرنس کے فیصلوں کا اعلان مولانا ظفر علی خاں نے ہجوم کے سامنے آ کر کر دیا۔

اس اثنا میں مجھے سرخپوش رضاکاروں کی دو ٹولیاں لے کر فوری طور پر سیالکوٹ جانا پڑا۔ تحریک احرار اسلام کے دل و دماغ چوہدری افضل حق مرحوم نے مجھے اپنے پاس بلا کر بعض ہدایات دیں۔ وہ بے حد زیرک، معاملہ فہم، مدبر اور گہرے سیاست دان تھے ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں تنظیم کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ میں رضاکاروں کے ہمراہ روانہ ہوا تو فرمایا کہ راستے میں مریدکے، کامونکے، ایمن آباد، گوجرانوالہ، وزیرآباد، سمبڑیال میں پروپیگنڈا بھی کرتے جانا۔

اس وقت سیالکوٹ سرخپوش رضاکاروں کی آمد کی وجہ سے پورا فوجی کیمپ بنا ہوا تھا۔ سیالکوٹ کے بازاروں، گلی کوچوں، مکانوں کی چھتوں غرضیکہ جدھر نظر جاتی سرخپوش نظر آتے تھے۔ مولانا مظہر علی اظہر کے قائم مقام شیخ حسام الدین مقرر ہوئے تھے۔ مولانا اظہر کی سوچیت گڑھ کی طرف مارچ اور ان کی گرفتاری نے سیالکوٹ میں زبردست جوش پیدا کر دیا تھا۔

ادھر لاہور میں ہر روز جلسے ہو رہے تھے جن میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چوہدری افضل حق، ماسٹر تاج الدین انصاری اور چوہدری عبدالعزیز بیگم والا اپنی پرجوش اور بصیرت افروز تقریروں سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش پیدا کر رہے تھے۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مرزا غلام نبی جانباز کو مجلس عمل کی طرف سے پنجاب کے شمالی اضلاع کا دورہ کرنے کی ہدایات ہوئیں۔ اس دورہ سے واپس ہوئے تو مجلس عمل کی طرف سے مجھے جہلم میں اور خواجہ غلام محمد کو راولپنڈی میں ڈکٹیٹر بنا کر بھیج دیا گیا۔ میرے ہمراہ مرزا غلام نبی جانباز زیر تبصرہ تھے۔ جہلم کے محاذ پر ہمیں انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سر مہر علی شاہ اور خان بہادر راجہ طالب مہدی خاں کی طرف سے اس امر کی کوشش کی گئی کہ جہلم کے فوجی ضلع میں سرخپوشوں کی تحریک پھیلنے نہ پائے۔ چنانچہ ٹاؤن ہال جہلم میں ان کاسہ لیسانِ ازلی کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں ایک قرارداد میں کشمیریوں سے اظہار ہمدردی کی گئی۔ لیکن تحریک کشمیر کی زبردست مخالفت کی گئی۔ میں نے اس سلسلے میں چوہدری افضل حق مرحوم کو ایک خط کے ذریعے تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ان کی ہدایات کے تحت میں نے فیصلہ کیا کہ تمام ضلع کا دورہ کر کے ان سرکار پرستوں کا طلسم توڑ دیا جائے چنانچہ جہلم سے ایک وفد میری قیادت میں جس میں مرزا غلام نبی جانباز جناب سراج الدین قمر کی والدہ محترمہ (لیڈی عبدالقادر) ڈاکٹر نذر محمد شیخ فضل احمد، جناب فضل حسین شامل تھے دورے پر نکلے۔ یہ دورہ خاصا کامیاب رہا اور تحریک کو تقویت ملی۔

تحریک آزادی کشمیر کا پہلا مجاہد جو جینوٹ کا رہنے والا عطا الٰہی بخش تھا جو محاذ میرپور پر شہید ہوا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس مجاہد کے خون نے سارے پنجاب میں آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں مجھے راولپنڈی جانا پڑا۔ راولپنڈی سے کوہالہ پہنچا۔ کوہالہ میں اکسٹرا کمشنر سکیڈ ملڈ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی تھی۔ چنانچہ میں نے اور خواجہ غلام محمد نے دفعہ ۱۴۴ توڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن ہمیں اس سے پہلے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ میں تین ماہ کی سزا کاٹ کر لاہور پہنچا تو سب لیڈر گرفتار ہو چکے تھے۔ چوہدری افضل حق دفتر میں بیمار پڑے تھے ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ ان کی حالت کافی نازک تھی لیکن یہ مرد مجاہد، یہ عظیم مدبر، یہ ادیب بے بدل چارپائی پر لیٹا ہوا ساری تحریک کی قیادت کر رہا تھا۔ مجھے پاس بلایا حالات پوچھے اور پھر خاص ہدایات فرمائیں۔ مجھے ان کی ہدایات کے ماتحت خفیہ طور پر میرپور جانا پڑا۔ یہ وقت بڑا نازک تھا۔ انگریزی فوجیں ریاست میں داخل ہو چکی تھیں۔ اب ڈوگرہ شاہی سے نہیں بلکہ براہ راست برطانوی سامراج سے ٹکر تھی۔

میں میرپور پہنچا مجھے یہاں ضروری امور کو سرانجام دینا تھا۔ میں ابھی میرپور ہی میں تھا کہ بعض نوجوانوں نے جہلم اور میرپور کی سرحد پر چونگی اور پولیس چوکی کو نذر آتش کر دیا۔ اس کے علاوہ بعض تھانوں کو بھی آگ لگا دی اور اسلحہ لوٹ لیا۔ بلکہ کئی مقامات پر بم بھی پھینکے گئے

میں گورا فوجوں کی گرفت سے بچ بچا تا لاہور پہنچا۔ چودھری افضل حق ابھی بیمار پڑے ہوئے تھے لیکن اب اتنا افاقہ ضرور تھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکتے تھے۔ مجھے دیکھا تو مسکرا دیے اور فرمانے لگے۔

بہت اچھا ہوا تم آگئے۔ مجھے امید ہے کہ تمہارا مشن کامیاب رہا ہوگا۔

میں نے جواب دیا:

چودھری صاحب میں سپاہی ہوں۔ سپاہی کا کام ہے کہ وہ افسر کے حکم پر بے نیاز ہو کر عمل کرے۔ آپ نے فرمایا میں نے بجا لایا۔

اس زمانہ میں مرکزی مجلس احرار کے دفتر پر بعض سی۔ آئی۔ ڈی کے ملازم قابض ہو چکے تھے۔ چودھری صاحب بیمار تھے اس لیے وہ دفتر پر پوری طرح نظر رکھنے سے قاصر تھے۔ ان دنوں مجلس احرار کے آفس سکریٹری جناب عطاء اللہ تھے جو سی۔ آئی۔ ڈی کے پیڈ ملازم تھے۔ (یہ صاحب بعد میں پولیس کے ایک جلیل عہدے پر فائز ہوئے)۔ انھوں نے چودھری صاحب اور میرے درمیان جو خط و کتابت ہوتی رہی کسی نہ کسی طرح حاصل کر لی۔ اس خط و کتابت کی بنا پر میرپور سازش کیس ہمارے خلاف بنا ڈالا۔

اس سازش کیس کے سلسلے میں پنجاب بھر میں مسلمان نوجوانوں کی گرفتاریاں ہوئیں۔ چودھری صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس آپ کی چارپائی کو اٹھا کر جیل میں لے گئی۔ پولیس میری بھی تلاش میں تھی۔ مجلس احرار کے دفتر کو محاصرہ میں لے لیا۔ میرے گھر کے ارد گرد سی۔ آئی۔ ڈی منڈلا رہی تھی۔ آغا رشید احمد خاں انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی ہماری گرفتاری پر متعین تھے۔ میں نے بھیس بدل کر مجلس احرار کے دفتر کا رخ کیا اور کسی نہ کسی طرح چودھری صاحب سے ربط قائم کیا۔

انھوں نے ہدایت فرمائی کہ میں کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو پولیس کے حوالے نہ کروں۔

ابھی چودھری صاحب سے میری گفت و شنید ہو رہی تھی کہ پولیس نے دفتر میں داخل ہو کر چودھری صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس نے دفتر کی تلاشی لے کر تمام ریکارڈ پر قبضہ کر لیا

چودھری صاحب کو جیل میں لے جایا گیا۔ اور میں نے انتہائی عجلت سے اسٹیشن کا رخ کیا۔ میں اسٹیشن پہنچا اور پولیس میری تلاش میں گھر پہنچی۔ یہ تھوڑا سا وقفہ میرے لیے غنیمت تھا۔ میں نے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیا اور پشاور کا رخ کیا۔ پشاور پہنچا تو مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی اور خان غلام محمد خان لنڈخوڑ کی مدد سے مجھے آزاد علاقہ تک پہنچنے کا موقع مل گیا۔

چودھری افضل حق مرحوم ایک عظیم مدبر تھے وہ سیاسیات میں تحریک خلافت کے زمانہ میں آئے۔ اس وقت وہ پنجاب پولیس میں سب انسپکٹر تھے جب علمائے کرام نے پولیس اور فوج کی ملازمت کو حرام قرار دیا۔ چودھری صاحب نے پولیس کی ملازمت کو خیرباد کہا اور عملی سیاسیات میں آگئے۔

تحریک خلافت سے لے کر انھوں نے تحریک شہید گنج تک اسلامی اور ملکی سیاسیات میں اہم رول ادا کیا۔ وہ مسلم لیگ کے مخالف تھے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سچے مسلمان تھے، نڈر محب وطن تھے، وہ ادیب تھے۔

ان کی تصنیفات ادب کا بہترین شہکار ہیں وہ عملی سیاست داں اور پارلیمنٹرین تھے۔ پنجاب کونسل میں ان کی تقریریں ان کا اعلیٰ اور عظیم تدبر بلند پایہ سیاست داں ہونے کا غیر فانی ثبوت ہیں۔ وہ جب تک پنجاب کونسل کے رکن رہے۔ انھوں نے ملک و ملت کی پوری بے باکی سے ترجمانی کی۔ وہ بار بار پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کو اس مرد مجاہد پر کامل اعتماد تھا۔

حقیقت یہ ہے چودھری افضل حق مرحوم مجلس احرار اسلام کے دماغ تھے۔ جب تک وہ زندہ رہے مجلس احرار اسلام ایک زندہ جاوید جماعت کی حیثیت سے زندہ رہی۔ انھوں نے انتہائی طوفانوں اور مخالفتوں میں اپنی جماعت کی قیادت کی۔ وہ ملکی اور غیر ملکی سیاست پر نظر رکھتے تھے تحریک خلافت کے بعد کوئی اسلامی اور ملکی تحریک ایسی نہیں جس میں افضل حق مرحوم نے حصہ نہ لیا ہو۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ برطانوی سامراجیت کا مقابلہ کرنے میں کاٹا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پولیس کی سختیاں برداشت کیں، لیکن کوئی

(بقیہ ص۵۱ پر)